مولانا نے بعد نماز جمعہ جامع مسجد دہلی میں علمأ کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اکثر علمأ نے آپ کی تائید کی فتویٰ کے شائع ہوتے ہی ملک میں عام شورش بڑھ گئی مولوی ذکاء اللہ صاحب کا بیان ہے کہ صرف دہلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہو گئی تھی انگریزوں کی فتح کے بعد جب یہاں پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو اس فتویٰ کی باز پرس میں مولانا فضل حق بھی پکڑے گئے اور مقدمہ چلا۔ عدالت میں ایک ایسا موقع آگیا تھا کہ اگر مولانا چاہتے تو صاف لفظوں میں فتویٰ سے انکار کر کے یا کم از کم توریہ کی راہ اختیار کر کے اپنی گلو خلاصی کرا سکتے تھے لیکن آپ کی عزت و خودداری نے شیوۂ اربابِ عزیمت کا ترک گوارا نہیں کیا اور برملا عدالت میں اقرار کیا کہ "ہاں" وہ فتویٰ صحیح ہے میرا لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری وہی رائے ہے" حد یہ ہے کہ جج قدیم تعلق اور خیر خواہی کی بنا پر بار بار روکتا اور کہتا تھا کہ آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں اس کے علاوہ گواہ سرکاری نے بھی آپ کو شناخت کرنے سے انکار کر دیا تھا با ایں ہمہ آپ مذکورۂ بالا فقرہ ہی دہراتے رہے انجام کار آپ کو عبور دریائے شور کا حکم سنا دیا گیا اور یہاں کی تمام املاک و جائداد ضبط کر لی گئی ۱۲؍صفر ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء کو آپ نے جزیرۂ انڈمان میں وفات پائی اور وہیں سپردِ خاک ہوئے مولانا نے زمانۂ اسارت میں ایک مختصر رسالہ عربی زبان میں "الثورۃ الہندیہ" کے نام سے لکھا تھا اور اس کے علاوہ چند قصائد بھی فتنۃ الہند کے نام سے تصنیف کئے تھے جن میں ہنگامۂ ۱۸۵۷ء کے واقعات بڑے جوش و خروش سے منشیانہ عربی میں قلمبند کئے تھے یہ رسالہ ایک صاحب کی معرفت انڈمان سے مولانا کے صاحبزادہ مولانا عبدالحق صاحب خیرآبادی کے پاس پہنچا اور پھر متعدد ارادتمندوں نے نقل حاصل کر کے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ خوشی کی بات ہے کہ شروانی خاندان کے ایک نوجوان عالم مولانا عبدالشاہد خاں جو خیرآباد کے اس خاندان سے بوسائط تلمذ کا تعلق